عالم الغیب والشہادۃ کی تشریح اور استحکام خلافت احمدیہ کا پرشوکت وعدہ

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۸؍ جون ۱۹۸۲ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے حسب ذیل آیت قرآنی پڑھی:

هُوَ اللّٰهُ الَّذِىۡ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ‌ۚ عٰلِمُ الۡغَيۡبِ وَالشَّهَادَةِ‌ۚ هُوَ الرَّحۡمٰنُ الرَّحِيۡمُ‏ ﴿۲۳﴾ (الحشر: ۲۲)

اور پھر فرمایا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ صرف وہی اللہ ہے جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ وہ غیب کا علم بھی جانتا ہے اور حاضر کا بھی اور وہ رحمٰن اور رحیم ہے۔

ایک سرسری نظر سے جب ہم اس آیت کے مضمون کا جائزہ لیتے ہیں تو تعجب ہوتا ہے کہ غیب کا علم جاننا تو ایک بہت مشکل کام اور اعجوبہ کا کام ہے۔ لیکن حاضر کے علم کے متعلق خدا تعالیٰ نے کیوں دعویٰ فرمایا کہ میں حاضر کا علم بھی جانتا ہوں۔ جو سامنے ہے اس کو بھی جانتا ہوں اور جو غیب ہے اس کو بھی جانتا ہوں۔ یہ سرسری نظر کے جائزے سے سوال پیدا ہوتا ہے اور انسان جو غلط فہمی میں مبتلا ہے وہ سمجھتا ہے کہ حاضر کے علم میں تو میں بھی خدا کا شریک ہوں اپنے دائرہ کار میں، ہاں غیب کے متعلق اسے فوقیت ہے۔ وہ میں نہیں جانتا۔ حالانکہ جب مزید غور کریں اس آیت کے مضمون پر تو

معلوم ہوتا ہے کہ یہ سرسری نظر کا فیصلہ بالکل باطل اور جھوٹا اور بے حقیقت ہے۔ انسان نہ تو غیب کا علم جانتا ہے، نہ حاضر کا۔ اور غیب اور حاضر کے علم ایک دوسرے کے ساتھ لازم وملزوم ہیں۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ حاضر کا کامل علم ہو اور غیب کا علم نہ ہو۔ اور غیب سے لاعلمی کے اقرار کے بعد حاضر کے علم کا دعویٰ کیا جائے۔ حاضر اور غیب دو قسم کے ہیں (ویسے تو اندرونی تقسیمیں اس کی بہت ہیں لیکن) زمان ومکان کے لحاظ سے ہم دو قسموں پر اسے منقسم کر سکتے ہیں۔ ماضی کے ساتھ حال کو ایک نسبت ہے اور مستقبل کے ساتھ بھی حال کو ایک نسبت ہے۔ اگر حال کو ہم شھادۃ کہیں تو ماضی اور مستقبل دونوں غیب میں چلے جائیں گے۔ سبب اور نتیجے کا فلسفہ جو سمجھتا ہے وہ جانتا ہے کہ اگر حال کے متعلق کسی ذات کو تفصیلی علم ہو اور اسباب کی کنہ سے واقف ہو تو سارا ماضی اس پر روشن ہو سکتا ہے اور حال کی شہادت جو ہے وہی ماضی کے اسرار سے پردہ اٹھانے کے لئے کافی ہوگی۔ اور اگر کسی کو حال کا مکمل علم ہو تو وہ مستقبل کے متعلق تمام امور کو واضح بصیرت کے ساتھ دیکھ سکتا ہے۔

آج کل کی دنیا میں جب خدا تعالیٰ کی ذات پر دوبارہ سائنسدانوں نے توجہ شروع کی تو ان میں سے ایک کمپیوٹر کا ماہر علم غیب کے موضوع پر قلم اٹھاتے ہوئے لکھتا ہے کہ اس سے پہلے جو یہ تصورات تھے جہالت کے زمانے کے کہ غیب کا علم ہو ہی نہیں سکتا، اب اس کے برعکس صورت سامنے آئی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اگر کمپیوٹر میں موجودات کا تمام علم تمام تفصیل کے ساتھ ڈال دیا جائے اور کمپیوٹر ایسا ہو جو ہر باریک سے باریک چیز کو بھی اپنے علم کے دائرے میں سمیٹ لے اور صحیح نتائج اخذ کرنے کا اہل ہو تو ہر فرد بشر کی موت کی یقینی اور تفصیلی پیشگوئی کی جاسکتی ہے۔ ہر پتے کے گرنے کا حال معلوم ہو سکتا ہے۔ کوئی ایک ذرہ بھی مستقبل کا نہیں ہے جو کامل علم والے کمپیوٹر کی نظر سے بچ سکے اور اوجھل رہ سکے۔

پس جہاں تک زمانی شاہد اور غیب کا تعلق ہے۔ سو فیصدی قطعی طور پر یہ بات ثابت ہے کہ حاضر کا علم ہی دراصل غیب کے علم پر منتج ہوتا ہے اور غیب کا علم حاضر کے علم پر منتج ہوتا ہے۔ پس اگر انسان کو حقیقتاً اپنی بے بضاعتی کا اقرار ہے، اپنی بے بسی کا اقرار ہے غیب کے بارے میں، تو اسے لازماً یہ غور کرنا ہوگا کہ شھادہ کے بارے میں بھی میں بالکل لاعلم ہوں اور میرا علم بے حقیقت ہے۔ اس غور کے نتیجے میں ایک عظیم الشان عجز کا سبق انسان کو ملتا ہے جس سے بہت بڑے روحانی فوائد حاصل کئے جاسکتے ہیں۔

مکانی اعتبار سے بھی یہی کیفیت ہے۔ اگر مکانی اعتبار سے یہ کیفیت نہ ہوتی یعنی ایک زمانے میں جو موجودات ہیں ان پر یہ بات اطلاق نہ پاتی تو زمانی اعتبار سے بھی یہ بات غلط ثابت ہوتی لیکن اس تفصیل میں مَیں جانا نہیں چاہتا۔

میں ایک مثال آپ کے سامنے رکھتا ہوں کہ جو کچھ بھی ہم دیکھ رہے ہیں اس میں سے کسی چیز کے متعلق ہم کامل اعتماد کے ساتھ کامل یقین کے ساتھ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم نے اسے صحیح دیکھا جیسا وہ اصلی حالت میں موجود تھی۔ اگر بینائی نہ تبدیل ہو تو مزاج کے بدلنے سے بھی چیزوں کی کنہ میں تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے۔ جو ہم اخذ کرتے ہیں اس کے تصور میں تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے۔ موسم کے بدلنے سے تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے۔ دن رات کے بدلنے سے، روشنی کے کم یا زیادہ ہونے سے تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے اور اس چیز کی اندرونی کیفیات بدلنے سے بھی تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کا اپنا درجہ حرارت کیا ہے؟ وہ اس وقت کثافت کے کس معیار پر ہے؟ بہت سے ایسے امور ہیں جن کے اوپر اگر آپ غور کریں تو سارا نظام شہادت غیر یقینی ہو جائے گا۔ چنانچہ ستاروں کو آپ دیکھیں کہ مختلف زمانوں میں، مختلف وقت میں انہی آنکھوں سے انسان نے ستاروں کا مشاہدہ کیا۔ اجرام فلکی کو دیکھا لیکن بالکل مختلف نتائج پیدا کئے۔ آج کے زمانے میں بھی ایسے لوگ ہیں جو ظاہری آنکھ سے اسی چیز کو دیکھ رہے ہیں جس چیز کو آپ اور میں دیکھ رہے ہیں، لیکن نتیجہ مختلف اخذ کر رہے ہیں۔

ایک دفعہ، دیر کی بات ہے پندرہ بیس سال کی، چاندنی رات میں باہر گرمیوں میں ہم لیٹے ہوئے تھے، سونے کی تیاری کر رہے تھے تو بچوں نے ہماری جو مائی ہے اس سے باتیں شروع کر دیں۔ بچوں کو میں چاند سورج ستاروں وغیرہ کے متعلق چھوٹی چھوٹی کہانیوں کی شکل میں سبق دے رہا تھا تو ان کو خیال آیا کہ ہمیں تو بڑا علم آ گیا ہے۔ پس مائی سے ایک بچے نے پوچھا کہ بتاؤ چاند کتنا بڑا ہوگا؟ اس نے کہا بہت بڑا ہے۔ کہا پھر بھی بتاؤ تو سہی۔ اس نے کہا فٹ بال سے تو بڑا ہے۔ بچے ہنس پڑے، تو اس پر مائی کو خیال آیا کہ مجھ سے غلطی ہوگئی ہے۔ اس سے بھی زیادہ بڑا ہے تو کہنے لگی کہ ’’نئیں ویڑے جڈا تے ہوئے دا۔‘‘ یعنی ہمارے گھر کا جو صحن ہے دو کنال میں کوٹھی بھی بنی ہوئی ہے اور چھوٹا سا ایک صحن ہے پچھلا۔ اتنا تو ہوگا۔ پھر بچوں کی ہنسی نکل گئی۔ تو کہتی ’’نئیں نئیں میں دسنی آں کلا دو کلے ضرور ہوئے گا‘‘ یعنی ایک دو ایکڑ کے برابر۔ اس سے زیادہ وہ ماننے کے لئے تیار نہیں تھی۔

آپ نے بھی ایک آنکھ سے چاند کو دیکھا ہے اور دیکھتے ہیں۔ آپ کا بھی ایک نتیجہ ہے اور سائنسدان جو خلائی امور سے واقف ہیں اور زیادہ گہری بصیرت سے دیکھتے ہیں۔ انہوں نے بھی اجرام فلکی کو دیکھا ہے۔ جس طرح آپ مائی کے علم پر ہنسے وہ لوگ آپ کے علم پر ہنستے ہیں۔ اور عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ان کے علم پر مسکراتا ہوگا کہ کیسے دعوے کرتے ہیں بڑے بڑے علوم کے، حقیقت حال کا ان کو کچھ علم نہیں۔ غالب نے اپنے زمانے میں اس پر غور کیا تو ایک شعر میں اس صورت حال کو بیان کیا کہ

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ
دیتے ہیں دھوکہ یہ بازی گر کھلا

کھلا کھلا دھوکہ ہے۔ صاف نظر آرہے ہیں۔ لیکن پھر ہیں کچھ اور وہ نہیں ہیں جو ہمیں نظر آتے ہیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآن کریم کی اس سورۃ کی تفسیر میں اس امر کا ذکر فرمایا ہے۔ (کرامات الصادقین روحانی خزائن جلد 7 ص 53) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ﴿۷۶﴾ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ﴿۷۷﴾ (الواقعہ: ۷۷-۷۶)

کہ خبردار! میں ستاروں کے مواقع کی قسم کھا کر کہتا ہوں، ان کو گواہ ٹھہراتا ہوں وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ اگر تمہیں کنہ ہوتی واقفیت ہوتی، ستارے چیز کیا ہیں اور ان کے مواقع کیا ہیں تو تب تم جانتے کہ یہ بہت بڑی قسم ہے۔ بہت زبردست گواہی دی گئی ہے۔ یہ گواہی کیا ہے، یہ ایک تفصیلی مضمون ہے جس کا فی الحال میرے مضمون سے تعلق نہیں۔

میں صرف یہ آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ اگر انسان عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ کی اس صفت سے واقف ہو جائے تو کسی تکبر، کسی خود اعتمادی کا کوئی سوال نہیں رہتا۔ کامل عجز اور کامل انکسار کے ساتھ انسان خدا کے حضور جھکنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اور اگر انسان کامل توکل اور کامل انکسار کے ساتھ اپنے رب کے حضور جھکنا سیکھ جائے تو بہت سی اندرونی کمزوریاں اللہ تعالیٰ کے فضل سے دور ہو جاتی ہیں اور وہ روحانی شفا پانے کے راستے پر گامزن ہو جاتا ہے۔ اس لئے اپنے اندر وہ انکساری پیدا

کریں جس انکساری کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کا حقیقی وصل ہوتا ہے۔ اور باقی باتیں چھوڑیں صرف اس آیت کے مضمون پر جب میں غور کرتا ہوں تو میں اپنی زندگی کو اس آیت کے انعامات کا بے حد زیر بار پاتا ہوں۔ ساری عمر اگر صرف اسی آیت کے احسان کا شکر ادا کرتا رہوں تو نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اس کے طفیل میں نے بہت سے معارف کے پھل کھائے، بہت سی غلطیوں سے، بہت سی ٹھوکروں سے اللہ تعالیٰ نے مجھے محفوظ رکھا۔ اور یہی وجہ ہے کہ آج میں نے اس آیت کو اپنے اس خطبے کے لئے چنا ہے۔ اور بعض مثالیں میں آپ کے سامنے پیش کرنی چاہتا ہوں جو میرے دل کا راز تھیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ان کے بیان سے بہت سے دوستوں کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔

جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کا انتخاب ہوا تو اس میں کوئی شک نہیں کہ جو دوست وہاں موجود تھے بلاتردد انہوں نے بیعت کی اور زبان سے ایک اقرار کیا اور یہ عہد باندھا کہ ہم انشاء اللہ تعالیٰ ہمیشہ اس اقرار کے حقوق کی حفاظت کریں گے اور اس کے تقاضوں کو نباہتے رہیں گے۔ میں بھی ان میں شامل تھا اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی توفیق سے۔ لیکن گھر آ کر جب میں نے غور کیا تو میں نے اپنے میں بہت سی پرانی مَیلیں دیکھیں، کئی غلط فہمیاں پائیں، کئی لحاظ سے میں نے دیکھا کہ یہ دل ہدیۃً حضور کی خدمت میں پیش کرنے کے لائق نہیں ہے۔ پھر میں نے آنسوؤں سے اس کو دھویا، خدا تعالیٰ کے حضور انکساری سے گرا، اس سے مدد طلب کی کہ میں نہیں جانتا کہ یہ دل تحفۃً پیش کرنے کے لائق ہے کہ نہیں، تو توفیق عطا فرما کہ ایسا ہو جائے۔ اور پھر حضور کی خدمت میں ایک خط لکھا۔ میں نے عرض کیا کہ آج کے بعد میرا دل اور میری جان آپ کے قدموں پہ حاضر ہے اور میں اپنے رب سے امید رکھتا ہوں کہ مجھے اس کی توفیق عطا فرمائے گا۔ آپ سے میری یہ عاجزانہ درخواست ہے کہ ایک دعا میرے لئے کریں کہ حضرت مصلح موعود کے سب بیٹوں میں سب سے زیادہ مجھے عاجزی اور انکساری سے آپ کی خدمت کی توفیق ملے اور ایسی محبت عطا ہو کہ اور کسی کو نہ ہو۔ بعد میں مَیں نے سوچا کہ بہت بڑی بات کی ہے۔ اور طبیعت میں شرمندگی بھی پیدا ہوئی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ایک اور خیال بھی میرے دل میں آیا کہ زبان اور دل کی گواہی بھی کافی نہیں ہے۔ بسا اوقات انسان بڑے خلوص کے ساتھ اقرار کرتا ہے ہدیے پیش کرتا ہے زبان کے اور دل کے لیکن جب عملاً ابتلاء کے دور میں سے گزرتا ہے تو ٹھوکر کھا جاتا ہے۔ بہت سے بڑے سچے خلوص سے

وعدے کرنے والے میری نگاہوں میں پھر گئے اور اس وقت مجھے خیال آیا کہ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ کا مضمون ابھی جاری ہے۔ جب تک عمل میں یہ شہادت نہ ڈھلے اس وقت تک یہ مضمون کامل نہ ہوگا۔ چنانچہ میں نے سوچا کہ ایمان کی بھی تو یہی تین منازل بیان کی گئی ہیں:

زبان سے اقرار، دل سے گواہی اور عمل سے تصدیق۔ تو وہ جو دل میں ایک کیڑا سا پیدا ہوا کہ میں نے گویا بڑا تیر مار لیا ہے وہ سب کیڑا کچلا گیا عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ کے مضمون کے پاؤں تلے اور اس میں کچھ بھی باقی نہیں رہا۔ پھر ہمیشہ مختلف مواقع پر مجھے عملاً یہ غور کرنے کا موقع ملا کہ عمل کی دنیا میں ان عہدوں کو سچا ثابت کرنا کوئی آسان کام نہیں۔

کامل اطاعت کے باوجود ایک خلیفہ وقت سے خیالات میں، تصورات میں اختلاف ہو سکتے ہیں اور جائز ہے۔ اپنے خیالات پر تو بندے کا بس کوئی نہیں۔ وہ درست ہوں یا غلط، تقویٰ کا تقاضا ہے کہ جو ہیں ان سے انسان آگاہ ہو اور ادب کا تقاضا یہ ہے کہ ان کو ہرگز اس رنگ میں استعمال نہ ہونے دے جس سے سلسلے کے مفاد کو یا بیعت اطاعت کو کوئی گزند پہنچنے کا خدشہ ہو۔ اگر کوئی اس کے نتیجے میں اسے تکلیف پہنچتی ہے تو اس اقرار کو یاد رکھے اور اس تکلیف کو برداشت کرے، لیکن ہرگز اشارۃً یا کنایۃً اس کے منافی کوئی حرکت نہ کرے۔

تو چنانچہ یہ ایسی باتیں ہیں جن کے متعلق میں مزید کچھ نہیں کہوں گا۔ لیکن آپ میں سے ہر شخص اپنی زندگی میں یہ تجارب رکھتا ہے۔ بچے ماں باپ کے متعلق یہ تجربہ رکھتے ہیں کہ خوشی کے ماحول میں جب انعام مل رہے ہوں ان کی طرف سے، جب پیار کا اظہار ہو رہا ہو تو بڑی گہری وفا کا احساس پیدا ہو جاتا ہے۔ پیار کے جذبے خوب پھیل جاتے ہیں، ساری زندگی پر محیط ہو جاتے ہیں۔ لیکن جب کوئی ناخوشی کی بات دیکھیں، جب کوئی تکلیف کا پہلو سامنے آئے تو آہستہ آہستہ وہ محبت سمٹنے لگتی ہے اور بعض اوقات اگر بدبختی ہو اولاد کی تو بغاوت پر بھی آمادہ ہو جاتی ہے۔ قرآن کریم نے فَلَا تَقُلْ لَّھُمَآ اُفٍّ (بنی اسرائیل: ۲۴) کا مضمون بیان کیا، اسی دوران مجھ پر اس کی بھی حقیقت کھلی کہ ماں باپ سے اگر ایسی بات سرزد ہو سکتی ہے کہ اولاد کو حکم ہے کہ اف نہیں کہنا تو خلیفہ وقت کا حق تو اس سے بہت زیادہ ہے۔ اس لئے اس موقع پر بھی اف زبان پر لائے بغیر اگر صبر اور اطاعت اور وفا کا نمونہ دکھاؤ گے تو خدا کے ہاں صرف یہی مقبول ہوگا۔ میں نہیں جانتا کہ میں اس حق کو ادا کر سکا یا نہیں

کر سکا کیونکہ اب بھی میں یہی کہتا ہوں

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ﴿۲۳﴾

لیکن میری دعا ہے کہ خدا کی نظر میں میں اس اقرار پر قائم رہا ہوں۔ اور آپ کو بھی میری تلقین ہے کہ آپ بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہیں عجز وانکساری کے ساتھ کہ وہ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ ۚ آپ کے دل میں کبھی تکبر کا کوئی کیڑا پیدا نہ ہونے دے اپنی ذات کے متعلق بھی۔ کیونکہ کوئی شخص اپنی ذات کے متعلق بھی حقیقی علم نہیں رکھتا، کیونکہ معاذ یر اس پر پردہ ڈال دیتے ہیں۔ عذر خواہی اور عذر پیش کرنے کی جو عادت ہے انسان میں، یہ دونوں عادتیں اس کو نقصان پہنچاتی ہیں چنانچہ اسی عادت کے انبار تلے حقیقت چھپ جاتی ہے اور انسان اپنے نفس کے حال سے باخبر ہونے کی بھی توفیق نہیں پاتا۔ چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے:

بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِهٖ بَصِیْرَةٌ ﴿۱۵﴾ وَّلَوْ اَلْقٰی مَعَاذِیْرَهٗ ﴿۱۶﴾ (القیامۃ: ۱۵-۱۶)

معاذ یر نے وہ شرط پیدا کر دی جس کے نتیجہ میں بصیرت مدھم پڑ گئی۔ بہر حال اس مضمون کے سلسلے میں اب میں بالکل ایک اور ورق پلٹتا ہوں۔

اس خلافت کے انتخاب کے موقع پر خاندان حضرت اقدس نے جو عظیم الشان نمونہ دکھایا ہے میں اس کا اظہار کرنا چاہتا ہوں۔ سب سے زیادہ ایک انسان کے نقائص پر اس کے خاندان والے آگاہ ہوتے ہیں اور میری ذاتی کمزوریوں اور نقائص اور کوتاہیوں اور اس قسم کی بہت سی چیزوں سے میرے خاندان والے سب سے بڑھ کر آگاہ تھے۔ پس ان کے ذاتی فیصلے مختلف ہوں گے میرے بارے میں۔ صرف انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ قطع نظر اس کے کہ کون خلیفہ ہوتا ہے، جو بھی ہوگا ہم اس کی اطاعت میں سر تسلیم خم کر دیں گے اور اپنے فیصلوں کو نظر انداز کر دیں گے، ان کو کوئی اہمیت نہیں دیں گے۔ یہ میں اس لئے آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ بعض پہلوؤں سے جماعت کے دل دکھے ہوئے ہیں اور ان کو چرکا لگا ہے مگر خاندان کے اس پہلو پر بھی غور کریں کہ انہوں نے بھی کامل اطاعت کے ساتھ اپنے رب کے حضور سر جھکایا ہے۔ ورنہ اگر میری ذات پیش نظر ہوتی تو بھاری اکثریت کا یہ فیصلہ ہوتا کہ یہ اس لائق نہیں ہے۔ دو طرح کی ٹھوکریں انسان کو لگتی ہیں مشاہدے میں۔ بہت سی باتیں ہیں جن

کے متعلق نہ انسان خوبیوں سے عالم وواقف ہوسکتا ہے نہ بدیوں سے واقف ہوسکتا ہے۔ بسا اوقات بدیاں نظر آ رہی ہیں۔ان کے پس پردہ بعض خوبیاں مخفی ہیں۔بعض دفعہ خوبیاں نظر آ رہی ہوتی ہیں ان کے پس پردہ بدیاں مخفی ہوتی ہیں۔تو اتنے دھوکے ہیں کہ جس طرح ستاروں کا علم انسان کو حاصل نہیں ہوسکتا وہ تو دور کی چیز ہے اپنے قریب کے انسان کا بھی سچا علم انسان کو حاصل نہیں ہوسکتا۔ایک ہی محفوظ مقام ہے کہ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ کے ہاتھ میں انسان ہاتھ تھمادے اس کامل یقین کے ساتھ کہ جو وہ فیصلہ فرمائے گا اسی میں بہتری ہے اور ہمارے فیصلے اس کے مقابل پر کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔

اس پہلو سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان کو جو عظیم الشان نمونہ دکھانے کی توفیق ملی ہے وہ یقیناً اس بات کا مستحق ہے کہ ہم ان کیلئے دعائیں کریں۔ حیرت انگیز یہ مشاہدہ تھا کہ کل تک جن کی نظریں اور تھیں، جن کے خیالات مختلف تھے، جو ناراض تھے، جو نالاں تھے یک بیک ایک ایسی کایا پلٹ گئی۔ان کی آنکھیں بدل گئیں، ان کے اندر ادب پیدا ہو گیا اور ان کے اندر ایک عجیب قسم کا احترام اور خلوص کا جذبہ آ گیا جس کا میں عادی نہیں تھا اور شدید روحانی اذیت اور شرمندگی میں یہ وقت میں نے کاٹا استغفار کرتے ہوئے، لیکن ساتھ ہی اپنے رب کی حمد کرتے ہوئے بھی۔ان سب کے دلوں کی جو حالت بدلی ہے جو کایا پلٹی ہے یہ ان کے دل کی نیکی کی بنا پر ہے۔ ورنہ تصورات کی کایا نہیں پلٹ سکتی جب تک نیکی کا بیج دل میں نہ ہو۔اس بات پر سو فیصدی وہ متفق تھے اور اس میں کوئی ان کو شبہ نہیں تھا کہ نظام جماعت کو اہمیت دی جائے گی اور ہمارے ذاتی جذبات اور خیالات کی کوئی وقعت نہیں ہوگی۔ بڑوں نے بھی اور چھوٹوں نے بھی، بہنوں نے بھی اور بھائیوں نے بھی، رشتے میں بڑے مقام کے لوگوں نے بھی حتیٰ کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی پیاری بیٹی حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ نے بھی خلافت احمدیہ سے وابستگی کا ایک سا نمونہ دکھایا۔ میرے لئے وہ وقت نا قابل برداشت تھا جب انتہائی خلوص اور کامل وفا کے عہد کے ساتھ آپ میری بیعت کر رہی تھیں۔ آنکھوں میں پیار تھا، اس قسم کا نہیں جو پھوپھی کا پیار ہوتا ہے۔ایک اور قسم کا پیار آ چکا تھا۔

تو میں نے سوچا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک جہان کی سیر کرادی۔ پہلے تو میں اپنے نفس میں

ڈوبا ہوا تھا اور سمجھ رہا تھا کہ میں نے بہت بڑا تیر مارا ہے کہ اس آیت کے حضور جھک کر میں نے کچھ حاصل کیا ہے۔ پھر میں نے دیکھا کہ یہ اللہ کا فضل عام ہے اور خاندان حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے وہی جذبہ عطا فرمایا، لیکن چونکہ ظاہری آنکھ اندر تک نہیں جاتی ہمیں کچھ پتہ نہیں کہ کسی کے دل کی کیا کیفیت ہے۔ پھر میں نے اور نظر وسیع کی تو یہ دیکھ کر میرا دل حمد سے کناروں تک بھر گیا۔ امڈنے لگا۔ جذبات میں بہنے لگا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ساری جماعت اس خاندان میں داخل ہے جس کا میں ذکر کر رہا ہوں۔

ایسے حیرت انگیز، ایسے عظیم الشان نمونے دکھائے ہیں ذات باری تعالیٰ کے فیصلے کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے کے اور اپنے علم کو کلیۃً رد کر کے ایک ردی کی ٹوکری میں پھینک دینے کے کہ عش عش کر اٹھتا ہے دل۔ ربوہ کی ایک ایک گلی گواہ ہے بڑے سے بڑا ابتلاء جو ممکن ہو سکتا تھا۔ تصور میں آ سکتا تھا وہ آیا اور گزر گیا اور کوئی زخم نہیں پہنچا سکا جماعت کو اور انتہائی وفا کے ساتھ اور کامل صبر کے ساتھ جماعت اس عہد پر قائم رہی کہ:

> ’’ہم خلافت احمدیہ سے وابستہ رہیں گے اور اس کی خاطر اپنا سب کچھ لٹا دینے کیلئے تیار ہوں گے۔‘‘

ان میں بہت سے ایسے ہوں گے جن کی نظر میں میری حیثیت ایک حقیر کیڑے کی سی ہوگی لیکن اللہ تعالیٰ کے بالا علم اور غالب علم کے سامنے انہوں نے بھی اپنا سر جھکایا۔

پس یہ سارے امور جب ایک نفس سے، ایک فرد سے سیر کرتا ہوا میں اس آیت کا ہاتھ پکڑے ہوئے خاندان سے ہوتا ہوا جماعت کی وسعتوں میں گیا تو ایک عظیم الشان سیر میں نے کی، ایسی پر لطیف ایسی عظیم الشان روحانی سیر جس نے میری زندگی کے انگ انگ کو لطف سے اور اللہ تعالیٰ کے احسانات کے تصور سے بھر دیا۔

یہ ذکر میں آپ کے سامنے اس لئے کر رہا ہوں کہ اب حمد کا وقت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احسانات کا ذکر کریں آپس میں، اور حمد کے گیت گائیں۔ اور میں آپ کو ایک خوشخبری دیتا ہوں کہ:

یہ وہ آخری بڑے سے بڑا ابتلا ممکن ہو سکتا تھا جو آیا اور جماعت بڑی

کامیابی کے ساتھ اس امتحان سے گزر گئی اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بنتے ہوئے۔اب آئندہ انشاءاللہ تعالیٰ خلافت احمدیہ کو کبھی کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوگا۔ جماعت بلوغت کے مقام پر پہنچ چکی ہے خدا کی نظر میں۔اور کوئی دشمن آنکھ، کوئی دشمن دل، کوئی دشمن کوشش اس جماعت کا بال بھی بیکا نہیں کر سکے گی اور خلافت احمدیہ انشاءاللہ تعالیٰ اسی شان کے ساتھ نشوونما پاتی رہے گی جس شان کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وعدے فرمائے ہیں کہ کم ازکم ایک ہزار سال تک یہ جماعت زندہ رہے گی۔

تو دعائیں کریں، حمد کے گیت گائیں اور اپنے عہدوں کی پھر تجدید کریں اور بار بار اپنے دلوں کے خیالات کو الٹتے پلٹتے رہیں کہ اگر یہ سلسلہ بند ہو جائے نگرانی کا تو کئی قسم کے کیڑے راہ پا جاتے ہیں، کئی قسم کی خرابیاں بیچ میں داخل ہو جاتی ہیں۔اس لئے کوئی مقام بھی آخری طور پر اطمینان کا مقام نہیں ہے، یہ دعا کرتے رہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ آخری سانس تک ہم پر راضی ہو، راضی رہے اور جب ہم مریں تو وہ محبت کی نگاہ ہم پر ڈال رہا ہو،نفرت اور غضب کی نگاہ نہ ڈال رہا ہو۔آمین

اس آیت میں اور خوشخبری بھی دی گئی ہے۔اس کی طرف توجہ دلا کر میں اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۲۳﴾ کہ اگر دنیا والے ، عام لوگ تمہارے ہر حال سے واقف ہو جاتے تو تمہیں تو مصیبت میں مبتلا کر دیتے۔تم کسی سے ملتے ہو، دل میں تمہارے تھوڑی سی قبض ہے اور وہ جان رہا ہوتا ہے کہ دل میں تھوڑی سی قبض ہے تو اس نے منہ پر مارنے تھے تمہاری محبت یا وفا کے جذبات کہ میں تو تمہارے دل پر نظر رکھتا ہوں تم غلط آدمی ہو۔ کمزوریاں جو کچھ انسان چھپاتا ہے، کچھ اللہ کی ستاری کے تابع خود بخود چھپتی رہتی ہیں، ان پر ہر انسان کی نظر ہوتی تو ایک وجود بھی قابل محبت نہ رہتا۔ ہر انسان ہر دوسرے انسان سے نفرت کرنے لگتا۔ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ نے ہمیں خبر دی کہ تم فکر نہ کرنا، تمہارے سارے پردے اٹھ گئے ہیں۔لیکن خدا

کی نظر کے سامنے اٹھ رہے ہیں، تمہارے آپس کی نظروں کے سامنے نہیں اٹھائے گئے اور ایسی ذات سے تمہاری بے پردگی ہوئی ہے، تمہارے اسرار سے ایسی ذات واقف ہوئی ہے جو رحمٰن ورحیم ہے۔ اس سے زیادہ رحم کرنے والی ذات کا تصور ہی نہیں ہو سکتا اور رحیم ہے، بار بار اپنے رحم اور فضلوں کو لے کر آتی ہے تو ایک دفعہ تم نے غلطی کی پھر بھی بخشش کے امکان موجود ہوں گے پھر غلطی کرو گے پھر بھی رہیں گے، پھر غلطی کرو گے پھر بھی رہیں گے۔

اس مضمون کو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ایک انتہائی پیارے اور عارفانہ رنگ میں یوں بیان فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی کمزوریوں پر نظر رکھتا تو اس کا کسی انسان سے تعلق نہیں ہو سکتا تھا، کلیۃً کٹ جاتا، لیکن خدا تعالیٰ اپنے بندے کی خوبیوں پر نظر رکھتا ہے۔ اس لئے کوئی ایک بھی انسان نہیں جس سے خدا تعالیٰ کلیۃً بے تعلق ہو چکا ہو، کیونکہ ہر انسان کو اللہ تعالیٰ نے بعض خوبیاں بھی عطا فرمائی ہیں، ہر جانور کو بعض خوبیاں عطا فرمائی ہیں۔

تو ساری مخلوق کا اپنے رب سے واسطہ رحمٰن ورحیم کے رستے سے ہے۔ یہ اگر رستہ کٹ جائے تو کچھ بھی باقی نہیں رہتا اور یہ رستہ حقیقی عجز سے نصیب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس بات کا اقرار کرو پہلے کہ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ج صرف وہ ہے۔ پھر تم دیکھو گے کہ میں رحمٰن اور رحیم بن کر تم پر ظاہر ہوں گا۔ میں بخشش کا سلوک کروں گا رحمت کا سلوک کروں گا، عفو کا سلوک کروں گا اور تمہیں نئے سے نئے مراتب عطا فرماتا رہوں گا۔ تو اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ رحمٰن اور رحیم کی ذات تک اس عجز کے رستے سے پہنچ جائیں۔ آمین!

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا ہی پیاری بات فرمائی کہ :

بد تر بنو ہر ایک سے اپنے خیال میں
شاید اسی سے دخل ہو دارالوصال میں

(براہین احمدیہ جلد پنجم روحانی خزائن جلد 21 ص 18)

خطبہ ثانیہ کے دوران حضور نے احباب کو خصوصی دعاؤں کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا:

سارے عالم میں جو حالات اس وقت ظاہر ہو رہے ہیں۔ وہ سخت فکر مند کرنے والے ہیں اور ضرورت ہے اس وقت کہ سب سے زیادہ انسانیت کے لئے دعا کی جائے، انسان کیلئے دعا کی

جائے اور پھر عالم اسلام کے لئے کہ ظالم انسانوں کی دسترس سے اللہ تعالیٰ عالم اسلام کو محفوظ رکھے اور رحمت کی نظر فرمائے حضرت محمد مصطفیٰ رسول اللہ ﷺ کے نام کے صدقے، آپؐ کی طرف منسوب ہونے کے صدقے۔ اس امت کی غفلتوں سے درگزر فرمائے اور ایسے رحمت کے نشان دکھائے کہ دنیا جان لے کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کے نام میں بھی بہت بڑی عظمت ہے اور بہت درد سے ان دعاؤں کی ضرورت ہے۔ دل زخمی ہیں ان مظالم کو دیکھ کر جو عالم اسلام پر غیروں کی طرف سے توڑے جارہے ہیں۔ اور پھر یہ بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو سچا مسلمان، حقیقی مسلمان بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ کے فیصلے کے سامنے سر جھکانے کی توفیق عطا فرمائے تا کہ وہ حقیقی عظمتیں حاصل کرسکیں اور وسیع تر عظمتیں حاصل کرسکیں جو ان کے مقدر میں لکھی گئی ہیں لیکن ہاتھ آگے بڑھا کر لینا ابھی مقدر میں نہیں ہے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۲۸؍ جون ۱۹۸۲ء)